شمائلہ مختار

اسکالر پی ایچ۔ڈی اردو، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور۔

ڈاکٹر حمیرا ارشاد

پروفیسر، سابق صدر شعبہ اردو، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور۔

حالی اور شبلی کے تنقیدی افکار

Shumaila Mukhtar
P.hd Urdu scholar Department of Urdu, Lahore College for Women University, Lahore.
Dr. Humaira Irshad
Professor, Ex. Head of Department of Urdu, Lahore College for Women University, Lahore.

Shibli and Hali's Critical Thoughts

Shibli and Hali both had shared same age and almost same conditions. Hali had seen all the ups and downs of war of freedom. He knew whatever was happened before and after that war of 1857. This war had affected more the Muslims. This nation already facing poor condition. They were become worse. And the political, economical educational and cultural structure would destroy for Muslims. In this condition hopelessness, inferiority complex had prevailed the Muslims. At that time there was no leader no protector. At last scholars decided to prepare their nation for practical for which poetry and literature were considered the best medium. During this Sir Sayed Ahmad Khan started his movement. Hali and Shibli had taken Sir Syed Ahmad Khan as a helmsman of the boat of Muslims. According to them only he could save the Muslims. According to them only he could save the Muslims. So, they both ha started to work in his movement they both had added a new life in a pessimistic body. For this purpose the put step on him ground of criticism.
Haliand Shibli had kept his individuality and also worked with Sir Sayed Ahmed Khan till the end of his life. Sir Syed was also inspired by his opinions, ideas, personality and education and literal values. His co-operation was valuable for Sir Sayed Ahmad Khan for his

movement. It is a reality that to make the movement of Sir Syed Ahmad Khan successful. Hali and Shibli had played on vital role.

Keywords: *War of 1857_ Sir Syed Ahmad khan_ Hali and Shibli critical thoughts_ Role of Muslims 1857.*

حالی اور شبلی دونوں بزرگ ایک زمانے اور تقریباً یکساں حالات سے دوچار ہوئے۔ حالی نے جنگِ آزادی سے پہلے اور بعد کے حالات کو اچھی طرح سے دیکھا تھا۔ اس جنگ کے اثرات مسلم قوم پر زیادہ پڑے، اس قوم کی حالت جو پہلے ہی خراب تھی اور خراب ہو گئی۔ انگریزوں کے مظالم کا شکار بھی یہی قوم زیادہ ہوئی۔ سیاسی شکست کے بعد مغربی تہذیب نے پیر جمانا شروع کیے اور ہر جگہ مشرقی تہذیب روبہ زوال دکھائی دینے لگی۔ ایسا لگتا تھا کہ مسلم قوم کا شیرازہ بکھر جائے گا اور اس کا سیاسی، سماجی، معاشی، اقتصادی ڈھانچہ پوری طرح تباہ و برباد ہو جائے گا۔

ایسی حالت میں ملک و قوم پر مایوسی، احساسِ کمتری، پست ہمتی اور بے عملی کی فضا طاری ہو گئی تھی۔ نہ کوئی راہ نما تھا نہ کوئی راہبر۔ آخر دانشوروں میں یہ احساس پیدا ہوا کہ قوم کی علمی قوتوں کو بیدار کیا جائے، اس کے لیے شعر و ادب کو ایک موثر ذریعہ سمجھا گیا۔ اسی دوران سرسید کی تحریک شروع ہوئی۔ حالی اور شبلی کو سرسید قوم کی کشتی کے ملاح کے روپ میں نظر آئے جن کی دور رس نگاہوں نے پہچان لیا کہ اگر قوم کا بیڑا کوئی پار لگا سکتا ہے تو یہی مردِ آہن ہے لہٰذا دونوں بزرگ سرسید کی تحریک سے وابستہ ہو گئے۔ ان دونوں بزرگوں نے شعر و ادب کے ذریعہ ایک پژمردہ ماحول میں نیا جذبہ، حوصلہ اور علمی قوت پیدا کرنے کے وسائل کیے اور اسی مقصد کے تحت تنقید کے میدان میں قدم رکھا۔

حالی، سرسید کے اوّل تا آخر مدد و معاون رہے حالانکہ وہ ان کی اندھی تقلید اور جی حضوری پر کبھی راضی نہ ہوئے بلکہ اپنی انفرادی شان رکھتے ہوئے اپنی رائے پیش کرنے سے ہچکتے نہیں تھے۔ سرسید بھی ان کی شخصیت، قومی جذبہ اور علمی و ادبی حیثیت سے از حد متاثر تھے اور اپنی تحریک کے لیے ان کے تعاون کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ انھیں قوم کا سچا ہمدرد اور رہبر سمجھتے تھے، حقیقت تو یہ ہے کہ سرسید کی تحریک کو کامیاب بنانے میں حالی اور شبلی کا بڑا اہم حصہ ہے۔ حالی مذہبی انسان تھے لیکن مذہب کو جائز مقام دیتے ہوئے وہ مادی ترقی کو نظر انداز نہیں کرتے تھے، وہ محض جنت کے خیال پر جینے کی صلاح نہیں دیتے تھے۔ انھوں نے نہ صرف تعلیم کو ضروری سمجھا بلکہ صنعتی و زراعتی تعلیم پر بھی زور دیا تاکہ قوم کی معیشت پروان چڑھے اور قوم و ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو۔ شبلی بھی سرسید کے

حامی و ناصر رہے لیکن آہستہ آہستہ ان کو یہ احساس ہوا کہ سرسید کی تحریک مشرقی تہذیب کو زوال کی طرف لے جا رہی ہے چنانچہ انھوں نے ایک الگ طریق کار اپنایا اور سرسید کی تحریک سے علیحد گی اختیار کر لی۔

کیٹس کے خیال کے مطابق شاعری سوسائٹی کے تابع اور شاعر ماحول کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ شاعر ماحول سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ کسی زمانے کے خدوخال اس وقت کی شاعری میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ حالی اور شبلی جیسی شخصیات بھی حالات سے متاثر ہوئیں نتیجہ کے طور پر اس زمانے کے حالات ان کی تحریروں میں صاف محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ حالی نے سنجیدہ طبیعت پائی تھی، ان کو غالب اور شیفتہ کی صحبت نے مزید نکھار دیا۔ ان کے شاعری کا دور جب شروع ہوا اس وقت چہار جانب گُل و بلبل، قیس و فرہاد، لیلیٰ و عذرا کے نغمے فضا میں گونج رہے تھے اور مجازی شاعری کا بول بالا تھا لیکن ان کا دل اس کی طرف مائل نہ ہوا اور یہ احساس بھی ہوا کہ یہ شاعری لوگوں کو احساس سے عاری کرنے والی ہے۔ اس کو حالی جنگِ آزادی کے ہولناک پس منظر میں دیکھ رہے تھے کیوں کہ انہوں نے عزت و آبرو، شان و شوکت ہر چیز کو مٹتے ہوئے دیکھا تھا لہٰذا وہ تماشائی بن کر نہ رہ سکے۔ اپنے ہر قدم کو خدمتِ خلق میں لگانے کی ٹھان لی۔ سرسید کے ساتھ قدم سے قدم ملایا اور ایک مصلح کی حیثیت سے سامنے آئے۔ پستی، جہالت اور افلاس سے قوم کو نکالنے کا عزم کیا اور سرسید کے اصرار پر مشہورِ زمانہ کتاب ''مسدس'' لکھی۔ زمانے کی عام شعری روش سے ہٹ کر اس میں سادہ و سلیس اندازِ بیان اختیار کیا تاکہ ہر طبقہ اور معمولی سے معمولی ذہن کی رسائی ہو سکے۔ گویا حالی مقصد مذکور حاصل کرنے کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔ باوجود نامساعد حالات کے انھوں نے قومی و سماجی مقصد کو اولیت دی۔ انھوں نے سرسید کی تحریک کے مقصد کو سمجھ لیا تھا وہ نئی نسل کو ماضی کی داستانوں میں کھونے کی بجائے وقت اور حالات کے تحت عمل اور ترقی کی تحریک میں شامل کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے اس تحریک کو وقت کی ضرورت سمجھا اور سرسید کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے کے لیے کمر کس لی۔

دوسری طرف شبلی کی شخصیت ہے جنھوں نے بچپن میں فارسی و عربی کی تعلیم مولانا فیض الحسن، مولانا فاروق چریا کوٹی اور مولانا ارشاد حسین رامپوری جیسے صاحبانِ کمال سے حاصل کی۔ بعد ازاں پروفیسر آرنلڈ سے بھی استفادہ کیا۔ ان کی علمی صلاحیت و لیاقت کو دیکھتے ہوئے سرسید نے انھیں ۱۸۸۳ء میں ایم۔ او کالج علی گڑھ میں عربی زبان کا اسسٹنٹ پروفیسر مقرر کیا جہاں انھوں نے سرسید کی صحبت اور کتب خانہ سے خوب خوب فائدہ اُٹھایا۔ بیرونِ ملک کا بارہا سفر کیا۔ شبلی ماضی و حال دونوں کے امتزاج کے حامل تھے۔ حالی کی طرح ماضی سے رشتے کو ختم نہیں کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے علمائے وقت کو انگریزی سیکھنے کے مشورے کے ساتھ ساتھ سماجی اصلاح کے مشورے بھی

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

دیئے۔ مثلاً عورتوں کو علم سے ذوق رکھنے، جدید معلومات حاصل کرنے، تہذیب و تمدن کے ساتھ زندگے بسر کرنے اور پردے کا خاص طور پر مشورہ دیا۔ حالی نے بھی کم و بیش اسی طرح کے خیالات پیش کیے اور عورتوں کے حقوق کی پُرزور وکالت کی ہے۔

حالی اور شبلی کے تنقیدی نظریات وضع کرنے میں ان کی ذاتی شخصیت کا بھی بڑا دخل رہا ہے۔ شبلی کی شخصیت میں اخلاقی اور مذہبی رنگ نظر آتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ شبلی موسیقی کے بھی شوقین تھے اور اس پر استادانہ رائے رکھتے تھے، وہ شاعری میں ذوقی اور تحسینی رنگ و روپ کے قائل نظر آتے ہیں۔ شاعری میں تشبیہ و استعارات، کنایہ و تمثیل کے استعمال پر زیادہ حدود کو پسند نہیں کرتے، اس کے برخلاف حالی ایک مقصدی، اصلاحی اور قومی و اخلاقی شاعری کے طرف دار تھے۔ وہ ایسی طرزِ شاعری کے انتہائی خلاف تھے جو صرف تخیل، عشقیہ اور محض دلی جذبات کی تسکین کا ذریعہ ہوں۔ وہ ابتدا ہی سے پریشان کُن حالات سے دوچار رہے اور معاشرے اور اپنے اردگرد کے حالات سے بے حد متاثر ہوئے انھی حالات نے ان کی سوچ کا محور بدل کر رکھ دیا۔ ان کی ابتدائی دور کے شاعری اس وقت کے رواج کے عین مطابق تھی جس کو انھوں نے جلد ہی ترک کر دیا کیوں کہ اندرونی میلانات اس کے بالکل برعکس تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان کے شاعری میں اخلاق اور بامقصد تحریک دونوں چیزیں جزوِ اعظم بن گئیں اور یہ رنگ ان کی شاعری کا آخری رنگ تھا جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چڑھ گیا۔ حالی اور شبلی دونوں اس دور کے حالات سے اس قدر دوچار ہوئے تھے کہ ان میں نہایت بالغ سیاسی شعور بھی آ گیا اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ حالی نے سماجی تنقید میں پہل کی اور انھوں نے ادب اور سماج کے رشتے کو باقاعدہ طور پر واضح کیا۔ جب ہم 'شعر العجم' کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں علمی تنقید، سماجی اور تاریخی نظریہ تنقید اس طور پر موجود ہیں کہ ان کے تاریخی اور سماجی شعور کا بآسانی پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ تحریکِ سرسید قوم کو بہتر بنانے کے لیے مغربی اندازِ بیان پر زور دے رہی تھی اور حالی اس جدید تصور و نظریہ سے بالکل متفق تھے لیکن سرسید حالی کی طرح مشرقی ادب کی کم مائیگی کے شاکی نہیں تھے بلکہ ان کا ماننا تھا کہ اہلِ مشرق کے بارے میں جو غلط خیالات ہیں ان کا محض انگریزی زبان میں استعداد پیدا کر کے ہی جواب دیا جا سکتا ہے۔ دوسری طرف شبلی کو احساس تھا کہ قوم ماضی کے ورثہ سے غافل ہوتی جا رہی ہے اور مغربیت کا اثر تیز ہوتا جا رہا ہے۔ شبلی مغربی داب سے لیس ہو کر ماضی کے بیش قیمت سرمائے کو واضح کرنا چاہ رہے تھے تاکہ ماضی کے نقوش برقرار رہ سکیں۔

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

حالی اور شبلی نے اپنی تنقید کا جو بنیادی ڈھانچہ تیار کیا وہ کچھ معنوں میں ایک دوسرے سے مختلف تھا جس میں خاص فرق یہ تھا کہ حالی نے عربی روایات و نظریات کے پس منظر میں اور شبلی نے فارسی ادب کی بنیاد پر اپنے تصورات و نظریات کی تشکیل کی۔ڈاکٹر ابوالکلام قاسمی نے لکھا ہے کہ:

> "تمام کتابوں کا مطالعہ اس بات کا ثبوت فراہم کرتا ہے کہ حالی کی ذہنی نشوونما اور ادبی تربیت میں عربی تنقیدی روایت کا عمل دخل بہت نمایاں ہے۔ شبلی کے برخلاف حالی اپنی تنقید کا بنیادی ڈھانچہ عربی کے معیارِ نقد سے تیار کرتے ہیں۔ شبلی کی تنقید کا خمیر فارسی کی تنقیدی روایت اور نظریات سے اُٹھا ہے۔ یہ دونوں علماء عربی اور فارسی ادب کی روایت کا علم و عرفان رکھتے ہیں۔"(۱)

شبلی نے عربی و فارسی دونوں ادب کا گہرائی سے مطالعہ کیا تھا لیکن بنیادی طور پر انھوں نے فارسی نقادوں سے استفادہ کیا۔ انھوں نے اپنے نظریات واضح کرنے کے لیے فارسی اساتذہ کے نمونے اور اقوال پیش کیے ہیں۔ حالی نے فارسی کی روایات کو موجودہ حالات میں اُردو شاعری کے لیے غیر مفید پایا کیوں کہ حالی کے نظریات و خیالات کا محور عرب شعراء تھے جن کے مطالعے کی روشنی میں اپنے خیالات کو وضع کیا۔ عرب شعراء کے ساتھ ساتھ فارسی شعراء کا ذکر بھی ان کے یہاں بکثرت ملتا ہے مثلاً سعدی، صائب، کعب، حافظ، عرفی، ابونواس، فضل ابنِ ربی، جریر، ابنِ رشیق، فردوسی، ابنِ یحیی، متمم، نظامی، اصمعی اور معاویہ وغیرہ۔انھوں نے ابنِ خلدون کی "مقالاتِ علم و ادب" کی "ابنِ رشیق العمدۃ" اور رسالہ "نحلہ" کے اصول و ضوابط اور افکار و خیالات کی روشنی میں اپنے خیالات کی منصوبہ بندی کی۔ڈاکٹر ابوالکلام قاسمی کے لفظوں میں:

> "جن لوگوں کی نگاہ سے ابنِ خلدون کی "العمدۃ" اور جلال الدین کی "مزہر" گزری ہے ان کو اندازہ ہے کہ حالی نے اپنی کتاب کا منصوبہ انھیں عربی مصنفین کی تنقیدی کتابوں کے خطوط پر تیار کیا تھا۔ پہلے شعراء اور فن کے عمومی مسائل پر گفتگو اس کے بعد شاعری کے فن، شاعری کے حسن و قبیح پر اظہارِ خیال پھر اپنی باتوں کی تصدیق میں اعشیٰ، رودکی اور دوسرے عرب اور ایرانی شاعروں کے حوالے، شاعری میں صدق و کذب کا مسئلہ، اخلاق اور شاعری کا رشتہ، شاعری کی بنیادی خصوصیات، شاعر بننے کے لوازم، شاعر کے الہامی یا انتسابی ہونے کی بحث اور سارے مسائل کو زیرِ بحث لانے کے دوران لفظ و معنی میں ایک

دوسرے پر فضیلت وغیرہ وغیرہ۔ یہ پورا طریقہ کار اور ایسی منصوبہ بندی کا انداز ابنِ قتیبہ، قدامہ ابنِ جعفر، ابنِ رشیق اور ابنِ خلدون جیسے عرب ناقدین کی کتابوں کا انداز اور طریقہ کار ہے۔"(۲)

اس کے علاوہ حالی مغربی شعر و ادب سے بھی کسی حد تک واقف تھے اور انھوں نے انگریزی اساتذہ کولرج، ملٹن اور میکالے وغیرہ کے نظریات سے استفادہ کیا۔ مغرب میں افادیت، مقصدیت اور اصلیت وغیرہ خوبیاں عام طور پر پائی جاتی ہیں جبکہ مشرق میں ان کا فقدان ہے۔ مغرب میں مواد پر زور دیا گیا ہے جبکہ مشرق میں ظاہری حُسن، رنگینی و دلکشی پر تمام صلاحیتوں کو صرف کیا گیا۔ حالی کو مشرقی ادب کی کم مائیگی کا شکوہ تھا جبکہ شبلی نے تاریخ کا گہرائی سے مطالعہ کیا۔ انھیں ایران و عرب کی تاریخ سے اتنا زیادہ لگاؤ تھا کہ اس کے معائب کو بھی نظر انداز کر دیتے تھے مگر مغربی تعلیم و افکار نے حالی کی طرح ان کو بھی اس قدر متاثر کیا کہ چاہ کر بھی دامن نہیں بچا سکتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے بھی ہنری لوئیس، نیوٹن، ارسطو، ہیومر وغیرہ کے خیالات سے استفادہ کیا لیکن مغرب کی تقلید کے ساتھ اپنے ماضی کے ربط کو کسی نہ کسی شکل میں برقرار رکھنے کی کوشش میں سرگرداں رہے۔ وہ اس اعتدال پسند طرزِ زندگی کے قائل تھے جس میں ماضی کے ورثہ کو بھی مناب مقام دیا گیا ہو۔ وہ مغربی تعلیم کو قوم کے لیے ناگزیر سمجھتے تھے۔ یہی وہ خیال تھا جس نے سرسید کا ہم خیال و شریکِ کار بنایا۔ حالی نے ثانوی ذرائع سے مغربی ادب سے واقفیت تو ضرور حاصل کر لی تھی مگر ان تصورات کو بنیادی مآخذ نہیں تصور کرتے۔ انھوں نے مغربی ادب سے اپنے تنقیدی تصورات و خیالات کی تشکیل نہیں کی بلکہ مغربی ادب سے صرف اپنے خیالات کی توثیق و تصدیق کی ہے۔

حالی کے سلسلے میں ہمارے ادباء نے مختلف آراء پیش کی ہیں۔ آل احمد سرور نے کہا ہے کہ تنقیدِ حالی سے پہلے شاعری ہمارے دل والوں کی تھی اور انھوں نے مقدمہ کے ذریعہ جو ذہن اور سوچ دی ابھی تک ہماری شاعری اسے کی بدولت چل رہی ہے۔ کلیم الدین احمد نے حالی کی شاعری کے متعلق سخت تنقیدی رائے کا اظہار کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"فہم و ادراک معمولی، غور و فکر ناکافی، تمیز ادنیٰ۔ یہ فہم و ادراک کی کمی ہے کہ بہت سی باتوں کو سمجھ نہیں پاتے اور ان کا صاف سلجھا بیان بھی نہیں کر پاتے۔"(۳)

لیکن اس رائے کے باوجود بھی وہ حالی کی اہمیت کے قائل نظر آتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ:

"اپنے زمانہ، اپنے ماحول، اپنے حدود میں حالی نے جو کچھ کیا وہ بہت تعریف کی بات ہے۔ وہ اُردو تنقید کے بانی بھی ہیں اور اُردو کے بہترین نقاد بھی ہیں۔"(۴)

حالی کے بارے میں ظہیر احمد صدیقی نے لکھا ہے کہ:

"انھوں نے خداداد ذہانت پائی تھی اور سر سید کی رہنمائی نے ان کو زندگی کی تجربات سے قریب تر کر دیا تھا۔ شیفتہ کی صحبت نے ان کے ذہن کو جلا بخشی تھی۔ اُردو میں حالی کی تنقید کی پشت پر ہم کو اُن کی وسیع النظری، تفکر اور بلند خیالی نظر آتی ہے۔"(۵)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حالی نے شاعری پر کچھ زیادہ ہی سخت انداز میں تنقید کی ہے۔ خامیوں پر اعتراض کرتے ہوئے خوبیوں کو نظر انداز کیا ہے۔ کلیم الدین احمد نے الزام عائد کیا کہ ان کی بیانات میں تضادات پائے جاتے ہیں نیز مضمون میں طوالت کے ساتھ انگریزی ادیبوں کی بات کو اچھی طرح سمجھا بھی نہیں سکے لیکن زیادہ تر لوگوں نے ان اعتراضات کو بے بنیاد بتایا ہے۔ یہ اعتراض حالی کے علاوہ شبلی پر بھی کیا گیا کہ شبلی ہیرو پرست ہیں کہ وہ موازنہ انیس و دبیر میں جب انیس کے اوصاف بیان کرتے ہیں تو ساری خامیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اسی طرح جب حالی اپنے بزرگ غالب کی سوانح لکھتے ہیں تو ان کی شخصیت کے قابلِ اعتراض پہلوؤں کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ نظر انداز کر جاتے ہیں۔

ان اعتراضات کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ اُردو ادب میں جدید تنقید کی بنیاد حالی کی "مقدمہ شعر و شاعری" سے پڑی جس میں تنقید کے اصول متعین کیے گئے۔ شعر کی ماہیت، شاعری کے اجزائے ترکیب، لفظ و معنی میں تعلق کی نوعیت، محاکات اور تخیل کا مفہوم، محاسنِ شعر، مبالغہ و کذب کی حقیقت، شاعری کی اصلی غایت اور جملہ اصنافِ سخن کی خامیاں اور ان کی اصلاح جیسے ادق امور پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ علامہ شبلی کا کام اسی سلسلے کی اگلی کڑی ہے۔ انھوں نے جدید تنقید کے کام کو آگے بڑھایا اور اس کی فکری بنیادوں کو مستحکم کیا۔

بلاشبہ "شعر العجم" فارسی شاعری کی تاریخ بھی ہے اور تنقید بھی۔ شبلی اسی کتاب سے اپنے تنقیدی اصول کس مستنبط کرتے ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کی کتابوں کو دیکھ کر پہلی نظر میں ان کے تنقیدی نظریات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ:

۱۔ حالی نے قدیم شاعری کی خلاف علمِ بغاوت بلند کیا لیکن شبلی نے قدیم شاعری کی مخالفت نہیں کی۔

۲۔ حالی نے اپنی طبیعت اور مزاج کے ساتھ حالات کو دیکھا اور جمالیاتی پہلو کو نظر انداز کر دیا جب کہ شبلی جمالیاتی پہلو کی پُر زور تائید کرتے نظر آتے ہیں اور شاعری کو لطف و انبساط کا ذریعہ بھی مانتے ہیں۔

حالی کی "مقدمہ شعر و شاعری" کی اگلی کڑی شبلی کی "شعر العجم" ہے۔ ان دونوں کے اختلافات سے قطع نظر ان کی ادبی نگارشات نے تنقیدی ماحول پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور ہماری شاعری آج تک اسی ذہنی قیادت کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔ شاعر کو اپنے زمانے اور حالات کی خصوصیات کو مد نظر رکھنے کی دونوں نے تلقین کی ہے۔ شبلی نے ان حالات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے جن کی بنا پر شاعری کی عام روش متاثر کرتی ہے اور ملک کی عوامی زبان بھی متاثر ہوتی ہے۔ شبلی نے ان اثرات کی بھی نشان دہی کی ہے جس کی وجہ سے شاعری اور زبان میں ایک مخصوص نہج کا رشتہ قائم ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ شاعر کو عوام کا مذاق ذہن میں رکھنا چاہیئے۔ مزید بر آں کہ عوام کا ذہن کن باتوں سے متاثر ہوتا ہے۔

شبلی کے نزدیک شاعری کا مقصد ہی لطف و انبساط فراہم کرنا ہے۔ اس سلسلے میں خلیل الرحمن اعظمی ان کے مسلکِ تنقید اور نظریۂ لطف و انبساط کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "شبلی کے مسلکِ تنقید کی رو سے شعر کا مقصد ہی لطف و انبساط فراہم کرنا ہے، لذت و انبساط کا نظریہ شبلی نے یونانیوں کے یہاں سے اس لیے اخذ کیا کہ اس سے خود ان کو طبعی مناسبت معلوم ہوتی ہے۔ یہ لذت شاعرانہ مصوری سے بھی حاصل ہو سکتی ہے، جذبات کی برانگیختگی سی بھی اور لفظی میناکاری سے بھی۔ مضمون یا معنی کی وسعت و تہہ داری دیکھنے کی بجائے لفظ یا اسلوبِ بیان کو ہی فنی قدر سمجھنے کا میلان عربی و فارسی تنقید کی اساس پہلے ہی بن گیا تھا۔ شبلی اس مذہب شعر کو اختیار کرنے والے پہلے "کافر" نہیں ہیں۔"(۶)

اپنے جمالیاتی نقطۂ نظر کے زیر اثر شبلی ایسے شعر کو قابلِ قدر اور اعلیٰ درجے کا مانتے ہیں جن میں عمدہ الفاظ استعمال کیے گئے ہوں اور جو سامعین کو متاثر کرتے ہوں۔ ان کے خیالات میں خوشی، انبساط یا رنج و غم کا وہ جذبہ طاری ہو جائے جو شاعری کا مقصد ہے تو شعر اعلیٰ درجے کا مانا جائے گا۔ اس طرح شاعری کا مقصد ان کے یہاں تقریباً وقتی طور سے مسرت حاصل کرنا ہے۔ وہ جمالیاتی اور تاثراتی پہلو کو شعر کی معنویت اور گہرائی پر ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے نظریہ کے مطابق شعر کے تین ضروری عناصر ہیں۔

۱۔ جذبات کو مشتعل کرنا۔

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

۲۔ شاعرانہ تصویر کشی۔

۳۔ الفاظ کی میناکاری۔

شبلی نے اپنے تنقیدی نظریات میں جو بات ظاہر کی ہے وہ آج کی جدید تنقید بھی کہتی ہے کہ شاعری شاعر کی شخصیت کو نمایاں کرتی ہے کہ اس میں اس کے ذاتی تخیل اور جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔

حالی اور شبلی ایوانِ اُردو کے دو اہم ستون ہیں۔ دونوں مشاہیر کے کارنامے اُردو تنقید کی دنیا میں تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ اُردو شعر و ادب کو بلند مقام و مرتبہ دلانے میں دونوں نے حتی الامکان کوشش کی۔ حالی نے اخلاقی عنصر پر زیادہ زور دیا جبکہ شبلی نے اس کے برخلاف اپنی زیادہ تر توجہ عشقیہ اور صوفیانہ شاعری پر مرکوز رکھی۔ اس کے تمام پہلوؤں کے مفصل بیان کے ساتھ ان کا تنقیدی احاطہ اس طرح کیا ہے کہ کوئی بھی حصہ تشنہ نہیں رہ جاتا اور اس سے فارسی ادب کی تاریخ سے اُردو میں قابلِ قدر اضافہ کیا ہے۔

عبد اللطیف اعظمی نے شبلی کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"شبلی نے موازنہ انیس و دبیر، شعر العجم اور دوسرے ادبی و تنقیدی مضامین مثلاً شعر العرب وغیرہ لکھ کر اُردو لٹریچر کو ایک صدی آگے بڑھا دیا۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہو گا کہ ابھی تک موازنہ اور شعر العجم جیسی کتابوں سے اُردو کا دامن خالی ہے اور ایک عرصے تک اس پایہ کی کتاب کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ شبلی کی ان کتابوں کو پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ انھیں قدرت کی طرف سے تنقیدی صلاحیت نہایت فیاضی سے عطا ہوئی تھی۔"(۷)

سید محمد نواب کریم نے حالی کے سلسلے میں اپنی رائے کا اظہار کچھ اس طرح سے کیا ہے:

"ان کا اہم ترین کارنامہ مقدمہ شعر و شاعری ہے۔ اس کتاب سے اُردو میں تنقید کا باضابطہ آغاز ہوتا ہے۔ اس میں پہلی بار شعر کی ماہیت و غایت، زندگی سے اس کا تعلق اور اس کے سماجی اثرات سے بحث کی گئی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جس دور میں یہ مقدمہ لکھا گیا اس کے لحاظ سے یہ ایک اہم کارنامہ ہے۔ بیان و بدیع اور عروض کے مثلث سے اُردو تنقید نے پہلی بار قدم باہر نکالا اور دوسرے مسائل کو اپنے دائرے میں لایا ہے۔ حالی نے مقدمہ کی تشکیل میں مشرقی اور مغربی دونوں قسم کے افکار سے استفادہ کیا۔ عربی و فارسی پر تو ان کو دسترس

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

تھی یہی مغربی افکار انھوں نے اپنے انگریز اور انگریزی داں دوستوں سے حاصل کیے اور اپنی سمجھ کے مطابق ان کی شیرازہ بندی کر دے۔"(۸)

اُردو ادب میں 'مقدمہ شعر و شاعری تنقید کی پہلی تصنیف ہونے کی وجہ سے اس کی حیثیت مسلم ہے۔ اس کی اہمیت اس اعتبار سے اور فزوں تر ہو جاتی ہے کہ اس میں حالی نے پرانی تنقیدات کی طرح شعر و شاعری کو نہیں دیکھا بلکہ اس کے لیے نئے زاویے اور پیمانے بنائے اور برسوں سے چلی آ رہی حدود و قیود کو توڑ دیا۔ مولوی عبدالحق نے مقدمہ شعر و شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:

"مقدمہ شعر و شاعری کی ماہیت حیات اور سماج سے اس کا تعلق، اس کے لوازم، زبان کے مسائل، اُردو شاعری کے اصنافِ سخن ان کے عیوب و محاسن اور اصلاح پر بہت معقول اور مفکرانہ بحث کی ہے۔ اُردو زبان پر تنقید کی یہ پہلی کتاب ہے اور اس موضوع پر اب تک اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔"(۹)

مقدمہ شعر و شاعری کی تنقیدی اوّلیت کے حوالے سے تقریباً سبھی ناقدین متفق نظر آتے ہیں۔ بیان و بدیع کے دائرہ سے پہلی بار اس مقدمہ کے ذریعہ حالی نے اُردو تنقید کو باہر نکالا نیز اُردو شاعری کے جملہ اصنافِ سخن پر سیر حاصل گفتگو کی۔ ایسے مباحث اُردو تنقید میں اب تک ناپید تھے۔

عبدالشکور شبلی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"نفسیاتی اعتبار سے وہ کامیاب ناقد نہیں ہو سکتے تھے۔ فطرتاً بت پرست واقع ہوئے تھے۔ ہیرو ورشپ کا ملکہ تھا، جس شاعر کو پسند کرتے تھے اس پر عاشق ہو جاتے تھے۔ ایسی صورت میں غیر جانب دار رہتے ہوئے ان سے عدل کی توقع کرنا بے سود تھا۔ ان کی طبیعت میں فلسفے کا "لمس" بہت کم موجود تھا۔۔۔ناقدین کے وزنی اور ٹھوس فرائض انجام دینا ان کے بس کا کام نہ تھا۔ شبلی نے انیس کو ہیرو مان لیا ہے اور دبیر کے محاسن کا ذکر تک نہیں کیا ہے، یہی انھوں نے شعر العجم میں کیا ہے۔ کتاب کا ایک بڑا حصہ صرف فردوسی کے لیے وقف ہے۔ فردوسی اور نظامی گنجوی کا مقابلہ کرتے ہیں اور ہر جگہ نظامی کی برتری اور افضلیت کو تسلیم کرتے ہیں۔"(۱۰)

موازنہ انیس و دبیر کے مقدمہ میں فضل امام شبلی پر اس طرح معترض ہوتے ہیں۔

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

"یوں تو شبلی کی سبھی تحریروں میں تضادات اور تردیدات کا پہلو نمایاں ہے لیکن موازنہ میں اس کی مثالیں بہت زیادہ ہیں۔"(۱۱)

اس قسم کی نکتہ چینی کے بعد بھی شبلی کی علمی و فکری بصیرت و گہرائی کے معترف نظر آتے ہیں:

"شبلی نے "موازنہ" لکھ کر اُردو شاعری پر بجا طور پر احسان کیا ہے۔ انھوں نے اُردو زبان و شاعری کی وسعتوں کے امکانات کا پرتو کلام انیس کے باب میں دیکھا اور اُردو شاعری پر جملہ اصناف کا اعلیٰ معیار مراثی انیس میں پایا۔ اس لیے شبلی کی فکر اور تاریخی نظر اُردو شاعری کو ایک نئے طرزِ تنقید اور وقیع تلاش و تجسس سے روشناس کراتی ہے۔"(۱۲)

جہاں تک دونوں کے اندازِ بیان کا تعلق ہے شبلی کی نثر حالی کے مقابلے میں زیادہ متوازن اور متعدل ہے اور اس کے مقابلے میں حالی کی نثر جمالیاتی ذوق سے خالی ہونے کے ساتھ کچھ پھیکی اور خشک سی لگتی ہے جبکہ شبلی کے یہاں جمالیاتی عناصر کے ساتھ الفاظ کے استعمال میں مناسبت اور موزونیت نظر آتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ قاسمی، ابوالکلام، فکر و نظر، مشمولہ: مشرقی روایاتِ نقد اور حالی کی تنقید، شمارہ: حالی نمبر، سنہ ندارد، ص: ۴۳

۲۔ ایضاً، ص: ۴۳

۳۔ احمد، کلیم الدین، اُردو تنقید پر ایک نظر، پٹنہ، دائرہ ادب، ۱۹۸۳ء، بارِ اوّل، ص: ۱۱۱

۴۔ ایضاً، ص: ۸۹

۵۔ وحید قریشی، ڈاکٹر، مطالعہ حالی، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۱ء، ص: ۱۱۶

۶۔ اعظمی، خلیل الرحمن، مضامینِ نو، نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغ اردو، ۲۰۰۸ء، ص: ۵۲

۷۔ اعظمی، عبداللطیف، مولانا شبلی کا مرتبہ اُردو ادب میں، دہلی، شبلی اکادمی، قرول باغ، ۱۹۴۵ء، ص: ۹۸-۹۷

۸۔ ایضاً، ص: ۹۸-۹۷

۹۔ محمد نواب کریم، سید، اُردو تنقید حالی سے کلیم تک، ص۷۸-۷۷

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

۱۰۔ عبادت بریلوی، ڈکٹر، اُردو تنقید کا ارتقاء، بحوالہ: یادِ حالی از: مولوی عبد الحق، ڈاکٹر، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۵ء، ص:۱۴۵

۱۱۔ عبد الشکور، تنقیدی سرمایہ، علی گڑھ، ایجو کیشنل بک ہاوس، سن ندارد، ص:۸۴-۸۳

۱۲۔ شبلی نعمانی، مولانا، موازنہ انیس و دبیر، مرتبہ: عابد علی عابد، سید، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۲ء، ص:۱۲